حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت علیؓ کے فرامین قانون بن گئے۔ اُن کی دُور اندیشی اور عالی ظرفی
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات سے اِجتہادی خطا ہوئی
حضرتِ عائشہؓ کا مشورہ کہ علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرو
حضرتِ اُسامہؓ اور حضرت محمد بن مَسْلَمہؓ کی اِحتیاط کی وجہ۔ حضرتِ معاویہؓ کا عملی رُجوع

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 53 سائیڈ B　01-11-1985)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرتِ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کے صاحبِ سِر صحابی کہلاتے تھے۔ اِنہوں نے ایک صحابی کی تعریف کی ہے جن کا نام ہے محمد بن مَسْلَمہ رضی اللہ عنہ۔ وہ کہتے ہیں کہ جو آدمی بھی ہو مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے سوائے تمہارے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ سُنا تھا آپ نے اِرشاد فرمایا لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ تمہیں فتنہ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہ حدیث آئی ہے اور ہوا بھی اِسی طرح سے ہے۔

ایک دَور ایسا ہوتا ہے کہ جس میں صحیح اور غلط بات کا پہچاننا عوام کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ تو وہ دَور شروع ہوتا ہے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نصف زمانۂ خلافت سے، اُس میں فتنے اُٹھنے شروع ہوئے اور وہ بڑھتے چلے گئے حتّٰی کہ یہ نوبت آئی کہ خلیفۂ وقت حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو دارُ الخلافہ پہنچ

کر اہلِ فتنہ نے شہید کر دیا۔ پھر کسی نہ کسی کو تو خلیفہ بنانا تھا، حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مناسب دُوسری شخصیت کوئی نہیں تھی۔

اہلِ بدر کی اہمیت :

اُنہوں نے ایک شرط لگائی کہ اہلِ بدر مجھ سے کہیں تو میں خلافت پر بیعت لوں گا باغیوں کے کہنے سے نہیں یا اور عوام کے کہنے سے نہیں۔ یہ بات بھی ایسی تھی کہ جیسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک معیار بنا دیا تھا کہ یہ حضرات جو عشرۂ مبشرہ میں سے باقی تھے اُن میں سے کوئی بھی کثرتِ رائے سے ہو جائے جسے وہ منتخب کریں۔ اِسی طرح حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ بدر کو بنا دیا معیار۔

سبقت لے جانے والوں کا درجہ بڑا ہے :

اور اسلام نے جو علماء تھے، متقدمین تھے، اُن کا حق مانا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور لَايَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى سب ٹھیک ہیں اچھے ہیں، اللہ نے وعدہ کیا ہے اِن کے ساتھ اچھائی کا بھلائی کا لیکن اِن لوگوں نے جو سابقین اولین ہیں اُن کا درجہ بلند ہے۔ اُن کے بعد وہ اور حضرات بھی آئے، اہلِ بدر بھی آئے اور اُن کے علاوہ بیعتِ رضوان والے آئے، پھر وہ کہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور جہاد کیا اُن کا درجہ بڑا ہے بہ نسبت اُن کے کہ جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور جہاد کیا۔ ہاں ہر ایک سے وعدہ ہے اللہ کا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

تو اُنہوں [1] نے ایک معیار یہ رکھا کہ اہلِ بدر میں سے بنالیں، تو اہلِ بدر سب کے سب آئے جو وہاں موجود تھے، وہ تقریبًا اَسّی حضرات غالبًا حیات ہوں گے۔ کیونکہ حضرتِ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات کے وقت جو اہلِ بدر شمار کیے گئے تو حضرت عثمانؓ سمیت سو بنتے تھے اور اُنہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے اِتنا اِتنا تمام اہلِ بدر کو دے دیا جائے۔ تو اُن کی فضیلت مُسلَّمہ تھی۔ اُنہوں نے اُس کو معیار بنایا تو حضرتِ علیؓ کو خلیفۂ وقت بنا دیا گیا، بات واضح ہوگئی۔ لیکن ایک چیز اور ہوتی ہے کہ وہ خلافت تمام جگہوں پر جَم جائے، خلافت کا جماؤ ہو جائے تمام علاقوں میں، وہ حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی وجہ سے شام پر نہیں ہوئی۔

---

[1] حضرت علیؓ

خلافت مستحکم ہو جائے تو بیعت ضروری ہو جاتی ہے :

اور مسئلہ اِسی طرح سے ہے کہ جب خلافت جم جائے تو پھر اُس کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہو جاتی ہے، نہ جمی ہو تو ضروری نہیں۔ تو کچھ حضرات ایسے ہیں کہ جنہوں نے حضرتِ علیؓ کا ساتھ تو دیا، ساتھ تو رہے ہیں لیکن بیعت نہیں کی۔ اُن میں حضرتِ سعد بن ابی وقاصؓ ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں، حضرتِ محمد بن مَسْلَمہؓ جو بیعت کرنیوالوں میں ہیں مگر لڑائی میں ساتھ نہ دینے والوں میں سے بھی ہیں۔

اُنہی میں اُسامہ بن زیدؓ جنہوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا معذرت کر لی کہ یہ میں نہیں کر سکتا البتہ رہے وہ اِسی علاقے میں ہیں جو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا اور بیت المال سے جو وظیفہ ہوا کرتا تھا اِن کا وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہی سے تھا۔ یہ اُسامہ بن زید کے بارے میں آتا ہے کہ اُنہوں نے بھیجا اپنے آدمیوں کو اور وہ پہنچے کوفہ۔ تو جسے بھیجا تھا اُس سے کہا کہ وہ [1] پوچھیں گے ضرور کہ وہ ہے کہاں؟ وہ ساتھ کیوں نہیں آئے کیونکہ وہ تو ایسے تھے جیسے گھر کا آدمی ہو وہ میرے ساتھ کیوں نہیں ہیں یہاں۔ تو وہ پوچھیں گے ضرور تو اُن سے کہہ دینا یہ کہ اگر آپ شیر کے جبڑے میں ہوتے تو میں یہ چاہتا کہ میں وہاں بھی آپ کے ساتھ ہوں لیکن یہ معاملہ ایسا ہے کہ میں اِس میں شامل نہیں ہو سکتا۔ [2]

حضرتِ اُسامہؓ کی اِحتیاط کی وجہ :

واقعہ ایک گزرا تھا حضرتِ اُسامہؓ اور ایک اور صحابی تھے، اِن دونوں نے جنگ میں ایک آدمی کو پکڑا، اُس نے کلمہ پڑھ لیا تو اَنصاری جو اِن کے قریب تھے وہ حملہ کرتے کرتے رُک گئے اور اِنہوں نے مار دیا۔ اَب اُسامہؓ جب واپس آئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ قصّہ پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی طبیعت پر بہت شدید اثر ہوا اور بار بار آپ فرماتے رہے **اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ اَنْ قَالَ لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ** او کماقال علیه السلام [3] جب یہ کلمہ اُس نے کہہ دیا پھر تم نے مارا۔ وہ کہتے ہیں اُسامہ کہ میرے دل میں یہ آتا تھا کہ میں نومسلموں میں ہوتا اور آج مسلمان ہوتا تو یہ اچھا ہوتا بہ نسبت اِس کے کہ رسول اللہ ﷺ کی اِتنی ناگواری اور ملامت میں محسوس کروں۔ چنانچہ یہ کسی مسلمان پر تلوار اُٹھانے سے ہمیشہ کے لیے باز آگئے، اِس لیے لڑائی میں نہیں شامل ہو سکے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

---

[1] حضرت علیؓ [2] بخاری شریف ص ۱۰۵۳ [3] بخاری شریف ص ۶۱۲ و ۱۰۱۵

حضرتِ محمد بن مسلمہؓ کی اِحتیاط کی وجہ :

اور یہ جو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں تو جناب رسول اللہ ﷺ سے ایک دفعہ گفتگو کے دوران کوئی بات ہوئی بلکہ تلوار ایک دی تھی یا پسند فرمائی تھی اِن کی تلوار، اُسی پر بات چلی کہ اِس سے لڑتے رہو لیکن ایک دَور ایسا آئے گا جو فتنوں کا ہوگا، اُس زمانہ میں اِس تلوار کو توڑ دینا اور لکڑی کی تلوار بنالینا۔ تو اِنہوں نے اِسی طرح عمل کیا۔ یہ شامل نہیں ہوئے ہیں لیکن ساتھ تو رہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے۔

حضرتِ علیؓ کی عالی ظرفی :

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی وسعت تھی طبیعت میں، بڑی گنجائش تھی۔ ایک دفعہ فرمایا لِلّٰہِ مَنْزِلٌ نَزَلَہٗ سَعْدٌ وَابْنُ عُمَرَ یہ بہت اچھا مقام ہے جو سعدؓ اور ابنِ عمرؓ نے اختیار کیا۔ اِنْ کَانَ ذَنْبًا اگر یہ گناہ ہے تو یہ صغیرہ ہے اور اگر یہ حَسَنَہ ہے تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ یعنی یہ کہ خلیفۂ وقت جو خلیفۂ برحق ہے، خلیفۂ راشد ہے اُس کے ساتھ شریکِ عمل نہ ہو، عمل میں پیچھے رہے۔ اگر یہ گناہ ہے تو یہ صغیرہ ہی ہے، چھوٹا ہی گناہ ہے، اور اگر یہ نیکی ہے کہ کسی مسلمان کے خون سے ہاتھ نہ رنگنے پائیں تو یہ نیکی بہت بڑی نیکی ہے، تو یہ حَسَنَۂ کبیرہ ہے۔ تو اُن کے ذہنِ مبارک میں اِتنی گنجائش تھی کہ جن حضرات نے ایسے لڑائی میں ساتھ دینے سے تخلّف کیا اِنہوں نے اُنہیں اجازت دی۔

ایک صاحب ہیں احمد بن قیسؒ، تابعین میں بڑے بڑے حضرات گزرے ہیں جو علمی اعتبار سے بھی بہت بڑے ہیں اور جتنے علمی اعتبار سے بڑے ہیں یہ سب کے سب مجاہد ہیں اور یہ سب جنرل تھے۔ تو احمد بن قیسؒ نے بھی فتوحات کیں۔ یہ آئے ہیں وہاں اُسی سال جس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو اِنہوں نے مدینہ طیبہ کا جائزہ لیا اور اُس میں انداز یہ کیا کہ حالات ایسے ہیں کہ خلیفۂ وقت کی جان محفوظ نہیں۔ اگر خدانخواستہ اُنہیں شہید کر دیا گیا تو میں کیا کروں؟

حضرتِ عائشہؓ کی جانب سے حضرتِ علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مشورہ :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں مشورہ کیا کہ میں کیا کروں؟ اُنہوں نے کہا ایسے کرنا کہ پھر علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لینا اگر ایسی صورت پیش آجائے۔ یہ مکہ مکرمہ سے پھر مدینہ طیبہ آئے تو حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی تھی اِنہوں نے بھی بیعت کر لی۔ بیعت کرنے کے بعد یہ چلے گئے بصرہ۔

اُدھر سے حضرتِ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی حضرتِ علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے باوجود طبیعت پر اِس قدر بے چینی تھی کہ وہ مدینہ طیبہ میں نہیں ٹھہرے اور وہاں سے نکل گئے۔ اور کچھ ایسا لگتا ہے جیسے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تو یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ خلیفۂ وقت شہید ہو جائیں گے کیونکہ جب اُنہیں کہلایا گیا کہ آپ آئیں مدد کے لیے تو اُنہوں نے کہا نہیں میں نہیں آتا مدد کے واسطے۔ میرا روپیہ اِن کی طرف اُدھار ہے جب تک وہ سارے پیسے نہیں دیں گے میں نہیں آؤں گا۔

حضرتِ طلحہؓ کے قاتل مروان کی اِن سے بدگمانی کی وجہ :

تو یہی بات تھی جو مروان کے ذہن میں بیٹھ گئی کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تو اُن لوگوں میں تھے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف کام کر رہے تھے گویا۔ حالانکہ معاذ اللہ وہ ایسے نہیں تھے۔ بلکہ صورتِ حال یہ تھی کہ اُن کو یہ اندازہ ہی نہیں تھا کہ ایسی صورت پیش آجائے گی کہ خلیفۂ وقت کو شہید کر دیا جائے گا۔ جب یہ حادثہ پیش آیا تو پھر جیسے ذہن جواب دے جاتا ہے وہ کیفیت ہوئی۔

حضرتِ علیؓ کے ہاتھ پر حضرتِ طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کی بیعت :

بیعت تو ہو گئے حضرت علیؓ کے دستِ مبارک پر لیکن اُس کے بعد خود باہر چلے گئے، وہاں مشورہ ہوا۔

حضرتِ عائشہؓ، حضرتِ طلحہؓ، حضرتِ زبیرؓ کا بصرہ پر قبضہ :

بہرحال وہ ایک واقعہ ہے کہ وہ بصرہ پر گئے، وہاں قبضہ کر لیا، حضرتِ عائشہ، حضرتِ طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم، یہ تین حضرات تھے جو قائد تھے۔

اِن میں امیر المؤمنین کوئی بھی نہیں تھا :

اِن میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا کہ جسے امیر المؤمنین کہا جائے بلکہ اِس مروان نے سوال کیا ہے ایک، یہ بھی اِدھر سے بصرہ چلا گیا تھا اور بھی لوگ چلے گئے تھے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ تم میں سے کس کو میں سلام کیا کروں عَلَى الْإِمْرَةِ امارت کا سلام کس کو کیا کروں یعنی سلام کے ساتھ امیر المؤمنین کا لفظ کس کے

لیے لگاؤں، تو کسی نے بھی نہیں کہا کہ (فلاں کے ساتھ) لگاؤ، یعنی اپنے لیے امیر المؤمنین ہونے کا مدعی کوئی بھی نہیں تھا، ہاں یہ تھا کہ اِنہیں غصہ تھا قاتلینِ عثمانؓ پر اُس کی وجہ سے وہاں گئے ہوئے تھے۔تو پھر حضرتِ علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ پہنچے ہیں۔

احمد ابنِ قیسؒ کا حضرتِ عائشہؓ کو جواب :

وہاں حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعوت دی احمد ابنِ قیس کو کہ آؤ ہمارے ساتھ، تو اُنہوں نے کہا کہ جناب آپ ہی نے فرمایا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لینا میں اُن سے بیعت کر چکا ہوں تو اَب میں کیسے واپس آؤں، آپ کے فرمانے پر کیا اور خود اَب آپ اُن کے خلاف باہر تشریف لے آئیں۔

خلاف تو اُن کے نہیں تھیں بس یہی تھا کہ قاتلینِ عثمانؓ سے خود بدلہ لیں۔

اِن حضرات کی اِجتہادی غلطی :

اِن حضرات کی جو اجتہادی غلطی شمار کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جیسے کہ کہیں حکومت ہو کسی کی اور کسی نے کسی کو مار دیا تو اَب یہ نہیں ہے حق کسی کو بھی رعایا میں سے کہ وہ خود بدلہ لے بلکہ حق یہ ہے کہ وہ جائے تھانے میں رپورٹ درج کرائے۔آج انگریزی قانون میں بھی یہی سلسلہ ہے۔تو قاعدے کی بات یہ تھی کہ جو امیر المؤمنین ہو یا حاکمِ وقت ہو بدلہ وہ لے کر دے گا، خود بدلہ لینے کا حق جو ہے وہ نہیں رہتا بلکہ اُس کے ذریعے یہ شخص بدلہ لے گا، اُس کے ذریعے یہ شخص قاتل کو پکڑوائے گا اپنے ہاتھ سے مار دے گا یعنی شرعی طور پر اگر قانون ہو۔تو اِن حضرات نے یہ کیا کہ قاتلینِ عثمانؓ جو تھے اُن کو مارنے کے لیے خود چلے گئے۔

خود حضرتِ معاویہؓ کا عملی رُجوع :

دُوسرے یہ کہ جس غلطی سے سب نے ہی رجوع کیا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت، وہ یہ سمجھتے تھے کہ جتنے بھی آنے والے تھے مدینہ منورہ میں وہ سب کے سب قاتلینِ عثمانؓ ہیں اور سب کے سب کو مارا جانا چاہیے اور یہ ناممکن جیسی بات ہے، تھی ہی ناممکن۔خود حضرت معاویہؓ کے اپنے دَور میں قاتلین کے گروہ میں سے بہت سے لوگ موجود تھے، کسی سے بھی اُنہوں نے بدلہ نہیں لیا، ہاں اُس وقت تک جب تک حضرتِ علیؓ سے باتیں چلتی رہی ہیں اِن لوگوں کی رائے یہ تھی اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی رائے وہ تھی۔

بعد میں حضرتِ علیؓ کے فیصلے ہمیشہ کے لیے قانون بن گئے :

اَب جتنے بھی باغیوں کے یا دوسرے فتوے بعد میں مرتب کیے گئے مسالک مرتب کیے ائمہ اربعہؒ نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے اقوال اور اُن کے فتوؤں اور اُن کے فیصلوں کو لیا ہے اور اِن سب حضرات کے فیصلوں اور رائے کو اُنہوں نے مرجوح [1] قرار دیا ہے۔ اور بغاۃ کے اَحکام اُن [2] سے ہی لیے گئے ہیں، تو باغی کو مار رہے ہیں وہ گر گیا ہے، وہ زخمی ہوگیا ہے، وہ ہتھیار پھینک کر بھاگ گیا ہے، وہ گھر میں چُھپ گیا ہے تو کیا کیا جائے؟ چھوڑ دیا جائے۔ یہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے لیا گیا۔ جَمَل کے موقع پر جو اِرشادات فرمائے وہ احکام بنے ہیں۔ تو احمد ابنِ قیسؒ نے حضرتِ عائشہؓ سے کہا کہ آپ کے فرمانے پر میں نے اُن سے بیعت کی ہے تو اَب کیسے؟

حضرتِ علیؓ کی عالی ظرفی اور دُور اندیشی :

پھر جب حضرتِ علی رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچے اُنہوں نے احمد بن قیس کو بلایا، اُن کا قبیلہ بھی تھا، اُنہوں نے کہا جناب ٹھیک ہے بیعت میں نے جناب کے دستِ مبارک پر کی ہے، آپ اِرشاد فرمائیں تو میں آپ کے ساتھ مل کر لڑوں گا اور چلوں گا۔ اور اِرشاد فرمائیں تو میں دوسرے جو قبیلے ہیں یا اور لوگ ہیں اُن سب کو لڑائی میں آنے سے روک دوں، اِن دو میں سے جو آپ پسند فرمائیں۔ تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ تم اُن کو لڑائی میں آنے سے روک دو یہ بہتر ہے بہ نسبت اِس کے کہ تم میرے ساتھ شامل ہو کر لڑو، گویا یہ گنجائش وسعتِ قلب بہت زیادہ تھی۔ اُنہوں نے نظر انداز فرمایا ہے ایسے حضرات کو۔

تو حضرتِ محمد بن مَسْلَمہ رضی اللہ عنہ کی یہاں تعریف کی بات آرہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِن کے بارے میں یہ فرمایا کہ اِنہیں فتنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا بچے رہیں گے اور عمل اِن کا یہ رہا ہے کہ ساتھ اِنہوں نے دیا ہے رہے اُسی علاقے میں ہیں وہاں سے ہٹ کر نہیں گئے، مدینہ طیبہ ہی میں رہے ہیں، وہیں کے رہنے والے ہیں، وہیں وفات ہوئی ہے ۴۵ یا ۴۶ ہجری میں، لیکن عملی طور پر یکسو ہو کر رہے ہیں۔

حضرتؒ کی سورہ کہف پڑھتے رہنے کی تلقین :

اور مجھے ویسے خیال آتا ہے بہت دفعہ، دل چاہتا ہے کہنے کو بھی کہ یہ جو سورۂ کہف ہے اِس کی دس

---

[1] بے وزن [2] حضرت علیؓ

آیتیں جوشروع کی ہیں اِن کے بارے میں یہ آتی ہے فضیلت کہ جو اِنہیں پڑھتا رہے گا وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ رہے گا،تو اِنہیں ہر مسلمان کو پڑھتے ہی رہنا چاہیے کیونکہ جب دجّال کے فتنے سے محفوظ رہ سکتا ہے تو جو چھوٹے موٹے فتنے رُونما ہوں گے اِن سے بھی وہ انشاءاللہ بچا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اِن حضرات کو اپنے یہاں بلند درجات نصیب فرمائے اور ہمیں آخرت میں اِن کا ساتھ عطا فرمائے،آمین۔اِختتامی دُعاء..............